

امام غزالی کی سرگزشتِ علم و عرفاں

بزبان امام غزالی

فرماتے ہیں:.....

جب میں علوم ظاہری سے فارغ ہو گیا تو میں نے اپنی تمام تر ہمت طریق صوفیہ کی تکمیل کے لئے، طریق صوفیہ کی طرف مبذول کی۔ اور میں نے دیکھا کہ علم و عمل دونوں کی ضرورت ہے کہ طریق صوفیہ اس وقت کامل ہوتا ہے جس وقت اس میں علم اور عمل دونوں ہوں۔ اور ان کے علم کی غرض یہ ہے کہ انسان نفس کی گھائیوں کو طے کرے اور نفس کو برے اخلاق اور ناپاک صفات سے پاک کرے۔ یہاں تک کہ اس کا دل سوائے اللہ تعالیٰ کے اور ہر ایک شے سے خالی اور ذکر خدا سے آراستہ ہو جائے۔ میرے لئے بہ نسبت عمل کے علم زیادہ تر آسان تھا۔ پس میں نے علم صوفیہ کو اس طرح پر تحصیل کرنا شروع کیا۔

میں نے قوت القلوب و دیگر تصانیف مشائخ عظام کا مطالعہ شروع کیا۔

کہ ان (صوفیاء) کی کتابیں مثلاً قوت القلوب ابوطالب مکی و تصنیفات حارث محاسبی و متفرقات ماثورہ جنید و ثعلبی و بایزید بسطامی وغیرہ مشائخ مطالعہ کیا کرتا تھا۔ یہاں تک کہ ان کے مقاصد علمی کی حقیقت سے بخوبی واقف ہو گیا۔ اور ان کا طریق جس قدر بذریعہ تعلیم و تقریر کے حاصل ہو سکتا تھا وہ حاصل کر لیا۔ اور مجھ پر یہ عقیدہ کھل گیا کہ خاص الخاص باتیں ان کے طریقے کی وہ ہیں جو سیکھنے سے نہیں آ سکتی ہیں۔ بلکہ وہ درجہ ذوق و حال و تبدیل صفات سے پیدا ہوتی ہیں۔

صوفیہ کا درجہ خاص ذوق حال سے حاصل ہوتا ہے۔

کس قدر فرق ہے، ان دو شخصوں میں جن میں سے ایک تو صحت و شکم سیری اور ان کے اسباب و شرایط کو جانتا ہے اور دوسرا فی الواقع تندرست اور شکم سیر ہے۔ یا ایک شخص نشہ کی تعریف سے واقف ہے اور وہ جانتا ہے کہ نشہ اس حالت کا نام ہے۔ کہ بخارات معدہ سے اٹھ کر دماغ پر غالب

ہو جائیں۔ اور دوسرا شخص درحقیقت حالت نشہ میں ہے۔ بلکہ وہ شخص جو نشہ میں ہے۔ تعریف نشہ اور اس کے علم سے ناواقف ہے وہ خود نشہ میں ہے لیکن اس کو کسی قسم کا علم نہیں۔ دوسرا شخص نشہ میں نہیں ہے لیکن وہ تعریف و اسباب نشہ سے بخوبی واقف ہے۔ ایک طیبہ حالت مرض میں تعریف صحت اور اس کے اسباب اور اس کی دوائیں تو جانتا ہے لیکن صحت سے محروم ہے۔ اسی طرح پر اس بات میں کہ تجھ کو حقیقت زید اور اس کے شرائط اور اسباب کا علم حاصل ہو اور اس بات میں کہ تیرا حال عین زید بن جائے اور نفس دنیا سے ذہول ہو جائے بہت فرق ہے غرض مجھے یقین ہو گیا کہ صوفیہ صاحب حال ہوتے ہیں نہ کہ صاحب قال اور جو کچھ طریق تعلیم سے حاصل کرنا ممکن تھا وہ میں نے سب حاصل کر لیا اور بجز اس چیز کے جو تعلیم اور تلقین سے حاصل نہیں ہو سکتی بلکہ ذوق اور سلوک سے حاصل ہو سکتی ہے اور کچھ دیکھنا باقی نہ رہا۔

علوم شرعی و عقلی کی تفتیش میں جن جن علوم میں میں نے مہارت حاصل کی تھی اور جن طریقوں کو میں نے اختیار کیا تھا ان سب سے میرے دل میں اللہ تعالیٰ اور نبوت اور یوم آخرت پر ایمان یقینی بیٹھ گیا۔ پس ایمان کے یہ تینوں اصول صرف کسی دلیل خاص سے میرے دل میں راسخ نہیں ہوئے تھے۔ بلکہ ایسے اسباب اور قراین اور تجربوں سے راسخ ہوئے تھے۔ جن کی تفصیل احاطہ حصر میں نہیں آ سکتی۔

سعادت اخروی کے لئے دنیا سے قطع تعلق کرنا ضروری ہے۔

مجھ پر یہ ظاہر ہو گیا کہ بجز تقویٰ اور نفس کشی کے سعادت اخروی کی امید نہیں کی جاسکتی۔ اور اس کے لئے سب سے بڑی بات ہے اس دارغور سے کنارہ کر کے اور جس گھر میں ہمیشہ رہنا ہے اس کی طرف دل لگا کے دنیاوی علاقہ کو دل سے قطع کرنا۔ اور تمام تر ہمت کو اللہ تعالیٰ کی طرف متوجہ کرنا۔ اور یہ بات حاصل نہیں ہوتی جب تک جاہ و مال سے کنارہ اور ہر ایک شغل اور علاقہ سے گریز نہ کی جائے۔ پھر میں نے اپنے احوال پر نظر کی تو میں نے دیکھا کہ میں ہر اس تعلقات میں ڈوبا ہوا ہوں۔ اور انہوں نے مجھ کو ہر طرف سے گھیرا ہوا ہے۔ میں نے اپنے اعمال پر نظر کی جن میں سب سے اچھا عمل تعلیم و تدریس تھا۔ لیکن اس میں بھی میں نے دیکھا کہ میں ایسے علوم کی طرف متوجہ ہوں جو کچھ وقعت نہیں رکھتے اور طریقہ آخرت میں کچھ نفع نہیں دے سکتے۔ پھر میں نے اپنی نیت

تدریس پر غور کی تو مجھ کو معلوم ہوا کہ میری نیت خالصاً نہیں ہے۔ بلکہ اس کا سبب و باعث طلب جاہ و شہرت و ناموری ہے۔ مجھے یقین ہوا کہ میں خطرناک کرنے والے کنارہ پر کھڑا ہوں اور اگر میں اتنی احوال میں مشغول نہ ہوتا تو ضرور کنارہ دوزخ پر آ لگا ہوں۔ غرض مدت میں اس بات میں فکر کیا کرتا تھا۔ یہاں تک کہ مجھ کو زیادہ تر مقام کرنا ناگوار معلوم ہونے لگا۔

بغداد سے نکلنے کا عزم ۴۸۸ھ

میرا یہ حال تھا کہ ایک روز تو بغداد سے نکلنے اور ان احوال سے کنارہ کرنے کا عزم مصمم کرتا تھا اور دوسرے روز اس عزم کو نسخ کر ڈالتا تھا۔ بغداد سے نکلنے کے لئے ایک قدم آگے بڑھاتا تھا تو دوسرا قدم پیچھے ہٹاتا تھا۔ کسی صبح کو ایسی صاف و رغبت طلب آخرت کی طرف نہیں ابھرتی تھی۔ کہ پھر رات کو لشکر خواہشات حملہ کر کے اس کو بدل دیتا ہوا اور یہ خیال ہو گیا تھا کہ دنیا کی خواہشیں تو زنجیریں ڈال کر کھینچتی تھیں کہ ”ٹھہیرا رہ ٹھہیرا رہ“، اور ایمان کا منادی پکارتا تھا کہ ”چل دے چل دے“، عمر تھوڑی سی باقی رہ گئی ہے اور تجھ کو سفر دراز درپیش ہے اور جو کچھ تو اب علم اور عمل کر رہا ہے۔ وہ محض دکھاوے کا اور خیالی ہے۔ پس اگر تو اب بھی آخرت کی تیاری نہ کرے گا تو پھر کس دن کریگا اور اگر تو اس وقت قطع تعلق نہ کرے گا تو پھر کس وقت کرے گا؟ یہ بات سن کر شوق بھڑک اٹھتا تھا۔ عزم مصمم ہوتا تھا کہ سب کچھ چھوڑ چھاڑ کر بھاگ جاؤں اور کہیں نکل جاؤں۔ پھر شیطان آڑے آجاتا تھا اور کہتا تھا کہ یہ حالت عارضی ہے۔ خبردار اگر تو نے اس کا کہنا مانا۔ یہ حالت سرِ بُع انزوال ہے۔ اگر تو نے اس پر یقین کر لیا اور اتنی بڑی جاہ و شان زیبا کو جو ہر طرح کے تکدر و تعصب سے پاک ہے۔ اور اس حکومت کو جو ہر قسم کے جھگڑوں، بکھیروں سے صاف ہے چھوڑ بیٹھا اور شاید پھر تیرا دل کبھی اس حالت کی طرف عود کرنے کا شائق ہو تو تجھ کو اس حالت پر پہنچنا میسر نہیں ہونے کا۔ پس ماہ رجب ۴۸۸ھ ہجری کے شروع سے قریب چھ ماہ تک شہوات دنیا اور شوق آخرت کی کشمکش میں متردد رہا اور ماہ حال میں میری حالت اختیار سے نکل کر بے اختیاری کے درجہ تک پہنچ گئی کہ تاگاہ اللہ تعالیٰ نے میری زبان بند کر دی۔ حتیٰ کہ میں تدریس کے کام کا بھی نہ رہا۔ میں اپنے دل میں یہ چاہا کرتا تھا کہ ایک روز صرف لوگوں کے دل خوش کرنے کے لئے درس دوں لیکن میری زبان سے ایک کلمہ نہیں نکلتا تھا۔ اور بولنے کی مجھ میں ذرا بھی قوت نہیں تھی۔ زبان میں اس طرح کی بندش ہو جانے سے دل

میں ایسا رنج و اندوہ پیدا ہوا کہ اس کے سبب سے قوت ہاضمہ بھی جاتی رہی اور کھانا پینا سب چھوٹ گیا۔ کوئی پینے کی چیز حلق سے نہیں اترتی تھی اور ایک لقمہ تک ہضم نہیں ہو سکتا تھا۔ آخر اس حالت سے تمام قوا میں ضعف طاری ہوا اور یہاں تک نوبت پہنچی کہ تمام اطباء علاج سے مایوس ہو گئے۔ اور کہا کہ کوئی حادثہ دل پر ہوا ہے اور قلب سے مزاج میں سرایت کر گیا ہے۔ اور اس کا علاج بجز اس کے اور کچھ نہیں کہ دل کو غم و اندوہ سے راجت دیجائے۔ جب میں نے دیکھا کہ میں عاجز اور بالکل بے بس ہو گیا ہوں۔ تو میں نے اللہ تعالیٰ کی طرف اس لاچار آدمی کی طرح جس کو کوئی چارہ نظر نہ آتا ہوتا التجا کی۔ اور اللہ تعالیٰ نے جو ہر ایک لاچار دعا کرنے والے کی فریاد کو سنتا ہے میری فریاد بھی سنی۔ اور اس نے جاہ و مال اور بیوی اور بچہ اور دوستوں سے دل ہٹانا آسان کر دیا۔ میں اپنے دل میں سفر شام کا غم رکھتا تھا۔ لیکن بایں خوف کہ مبادا کہیں خلیفہ اور تمام دوست اس بات سے واقف نہ ہو جائیں۔ کہ میرا ارادہ شام میں قیام کرنے کا ہے۔ میں نے لوگوں نے میں ملکہ کی طرف جانے کا ارادہ مشہور کیا۔

سفر مکہ کے بہانہ سے بغداد سے خروج

یہ ارادہ کر کے کہ میں بغداد میں کبھی واپس نہ آؤں گا میں وہاں سے بلا طائف اٹھل نکلا اور تمام ائمہ اہل عراق کا ہدف تیر ملامت بنا۔ کیونکہ ان میں ایک بھی ایسا نہیں تھا جو اس بات کو ممکن سمجھتا۔ کہ جس منصب پر اس وقت میں فائز تھا اس کے چھوڑنے کا کوئی سبب دینی ہے۔ بلکہ وہ یہ جانتے تھے کہ سب سے اعلیٰ منصب دین یہی ہے کہ ان کا مبلغ علم اسی قدر تھا۔ چنانچہ لوگ طرح طرح کے نتیجہ نکالنے لگے۔ جو لوگ عراق سے فاصلہ پر رہتے تھے انہوں نے یہ گمان کیا کہ میرا جانا باعث خوف حکام ہوا ہے۔ لیکن جو لوگ خود حکام کے پاس رہتے تھے انہوں نے اپنی آنکھ سے دیکھا تھا کہ وہ حکام کس قدر اصرار کے ساتھ میرے ہمراہ تعلق رکھتے تھے اور میں ان سے ناخوش تھا اور ان سے کنارہ کش رہتا تھا۔ اور ان لوگوں کی باتوں کی طرف متوجہ نہیں ہوتا تھا۔ یہ سوچ کر لوگ آخر یہ کہتے تھے کہ یہ ایک امر سادی ہے اور اس کا سبب سوائے اس کے نہیں کہ اہل اسلام و خصوصاً زمرہ علماء کو نظر بد لگی ہے۔ غرض میں بغداد سے رخصت ہوا۔ اور جو کچھ میرے پاس مال و متاع تھا وہ سب تقسیم کر دیا۔ میں نے اپنے گذارہ اور بچوں کی خوراک سے زیادہ کبھی جمع نہیں کیا تھا۔ حالانکہ مال عراق بہ سبب اس کے

کہ مسلمانوں کے لئے وقف ہے ذریعہ حصول خیرات و حسنات ہے۔ اور میری رائے میں دنیا میں جن چیزوں کو عالم اپنے بچوں کے واسطے لے سکتا ہے ان چیزوں میں اس مال سے بہتر اور کوئی شے نہ ہوگی۔ پھر میں ملک شام میں داخل ہوا۔ اور وہاں قریب دو سال کے قیام کیا۔ اور بجز عزالت و خلوت و ریاضت اور مجاہدہ کے مجھ کو اور کوئی شغل نہ تھا۔ اور جس طرح میں نے علم صوفیہ سے معلوم کیا تھا اسی طرح ذکر الہی کے لئے تزکیہ نفس و تہذیب الاخلاق و تصفیہ قلوب میں مشغول رہتا تھا۔ پس میں مدت تک مسجد دمشق میں معتکف رہا۔

دمشق میں قیام

میں دمشق کی جامع مسجد کے مینار پر چڑھ جاتا اور تمام دن وہیں رہتا۔ اور اس کا دروازہ بند کر لیتا تھا۔ وہاں سے میں بیت المقدس میں آیا۔ ہر روز مکان ضحہ میں داخل ہوتا اور اس کا دروازہ بند کر لیا کرتا تھا۔ پھر مجھ کو حج کا شوق پیدا ہوا۔ اور زیارت خلیل علیہ السلام سے فراغت حاصل کرنے کے بعد زیارت رسول اللہ ﷺ و برکات مکہ و مدینہ سے استمداد کرنا کا جوش دل میں اٹھا۔

سفر حجاز

چنانچہ میں حجاز کی طرف روانہ ہوا۔ اور ایک عرصہ وہاں قیام رہا، بعدہ دل کی کشش اور بچوں کی محبت نے وطن کی طرف کھینچ بلایا۔ سو میں وطن واپس آ گیا۔ گو مجھ کو وطن آنے کا ذرا بھی خیال نہ تھا۔

واپس وطن واپسی اور گوشہ نشینی

واپس آ کر میں نے گوشہ تنہائی اختیار کیا تاکہ خلوت اور ذکر خدا کے لئے تصفیہ قلب کی طرف رغبت ہو۔ پھر حوادث زمانہ اور کاروبار عیال اور ضرورت معاش میرے مقصد میں خلل ڈالتی تھی۔ اور صفائی خلوت مکدر ہو جاتی تھی۔ اور صرف اوقات متفرقہ میں دلجمعی نصیب ہوتی تھی۔ لیکن باوجود اس کے میں اپنی امید قطع نہیں کرتا تھا اگرچہ موانعات مجھ کو اپنے مقصد سے دور پھینک دیتے تھے۔ مگر میں پھر اپنا کام کرنے لگتا تھا۔

خلوت میں مکاشفات

غرضیکہ قریب دس سال تک یہی حال رہا اور اس اثناء خلوت میں مجھ پر ایسے امور کا انکشاف ہوا، جن

کو احاطہ حد و حساب میں لانا ناممکن ہے۔ چنانچہ ہم اس میں سے کچھ بغرض فائدہ ناظرین بیان کرتے ہیں۔ مجھ کو یقینی طور پر معلوم ہو گیا کہ صرف علماء صوفیہ سالکان راہ خدا ہیں۔ اور ان کی سیرت سب سیرتوں سے عمدہ اور ان کا طریق سب طریقوں سے سیدھا اور ان کے اخلاق سب اخلاقوں سے پاکیزہ تر ہیں۔ بلکہ اگر تمام عقلاء کی عقل اور تمام حکماء کی حکمت اور ان علماء کا جو اسرار شرع سے واقف ہیں علم جمع کیا جائے تاکہ یہ لوگ علماء صوفیہ کی سیرت اور اخلاق ذرا بھی بدل سکیں اور بدل کر ایسا کر سکیں کہ حالت موجودہ سے بہتر ہو جائے تو وہ ایسا ہرگز نہیں کر سکیں گے۔ کیونکہ ان کی تمام حرکات و سکنات ظاہر و باطن نور شمع نبوت سے منور ہیں۔ اور سوائے نور نبوت کے روئے زمین پر اور کوئی ایسا نور نہیں جس کی روشنی طلب کر نیکی قابل ہو۔ اس طریقہ کے سالک جو کچھ بیان کرتے ہیں، منجملہ اس کے ایک امر طہارت ہے اور اس کی سب سے اول شرط یہ ہے کہ قلب کو ماسوائے خدا سے کلی طور پر پاک کیا جائے۔

طہارت کی حقیقت اور اس کی کلید

طہارت اور اس کی کلید جو طہارت سے وہی نسبت رکھتی ہے جو تکبیر تحریمہ نماز سے رکھتی ہے، یہ ہے کہ قلب کلی طور پر فانی اللہ ہو جائے اور اس درجہ کو آخر کہنا باعتبار ان درجات کے ہے جو امور اختیاری کی ذیل میں آتے ہیں ورنہ اکتساب ایسے امور میں درجہ ابتدائی رکھتا ہے۔ سو درحقیقت فانی اللہ ہونا اس طریق کا پہلا درجہ ہے اور اس سے پہلے کی حالت سالک کے لئے بمنزلہ دہلیز ہے اور اول درجہ طریقت سے ہی مکاشفات و مجاہدات شروع ہو جاتے ہیں حتیٰ کہ یہ لوگ حالت بیداری میں ملائکہ و ارواح انبیاء کا مشاہدہ کرتے ہیں۔ اور ان کی آوازیں سنتے ہیں اور ان سے فوائد حاصل کرتے ہیں مگر ان کی حالت مشاہدہ صور و امثال سے گذر کر ایسے درجات پر پہنچ جاتی ہے جن کے بیان کرنے کی گویائی کو طاقت نہیں ہے۔ اور ممکن نہیں کہ کوئی تعبیر کرنے والا ان درجات کی تعبیر کرے۔ اور اس کے الفاظ میں ایسی خطا صریح نہ ہو جس سے احتراز ممکن نہیں۔ غرضیکہ اس قدر قرب تک نوبت پہنچتی ہے کہ حلول و اتحاد و وصول کا شک ہوئے لگتا ہے۔ حالانکہ یہ سب باتیں غلط ہیں اور ہم نے کتاب مقصد الاقصیٰ میں ان خیالات کی غلطی کی وجہ بیان کی ہے۔ لیکن جس کو اس حالت کا شبہ ہو جائے تو اس کے لیے بجز اس شعر کے اور کچھ زیادہ کہنے کی ضرورت نہیں۔ شعر۔ کان ماکان

مما لست اذکره فظن خیرا ولا تسئل عن الخیر۔

غرضیکہ جس شخص کو بذریعہ ذوق کچھ حاصل نہ ہو اس کو حقیقت نبوت سے بجز نام کے اور کچھ معلوم نہیں ہے۔

حقیقت نبوت ذوق سے معلوم ہوتی ہے۔

حقیقت میں کرامات اولیاء انبیاء کے لئے بمنزلہ امور ابتدائی ہیں چنانچہ آغاز حال رسول خدا ﷺ کا بھی اسی طرح ہوا۔ آپ جبل حرا کی طرف جاتے اور اپنے خدا کے ساتھ خلوت اور اس کی عبادت کرتے تھے۔ یہاں تک کہ اہل عرب کہنے لگے کہ محمد ﷺ اپنے خدا پر عاشق ہو گیا ہے۔ اس حالت کو ساکان طریقت بذریعہ ذوق کے معلوم کرتے ہیں۔ لیکن جس شخص کو یہ ذوق نصیب نہ ہو اس کو چاہئے کہ اگر اس کو ساکان طریقت کے ساتھ زیادہ تر صحبت کا اتفاق ہو تو بذریعہ تجربہ واستماع اس قسم کا یقین حاصل کر لے، کہ قراین احوال سے ایسی حالت یقینی طور پر سمجھ میں آ جاوے۔ جو کوئی ان لوگوں کے ساتھ ہم نشینی اختیار کرتا ہے اس کو یہ ایمان نصیب ہوتا ہے۔ کیونکہ وہ ایسے لوگ ہیں کہ ان کا ہمنشین بدنصیب نہیں رہتا۔ لیکن جن لوگوں کو ان کی صحبت نصیب نہ ہو تو ان کو یہ چاہئے کہ ان براہین روشن کو جو ہم نے کتاب احیاء علوم دین کے باب عجایب القلب میں بیان کئے ہیں پڑھ کر یقینی طور سے اس امر کا امکان سمجھ لے۔

بذریعہ دلیل کے تحقیق کرنا علم کہلاتا ہے اور عین اس حالت کا حاصل ہونا ذوق ہے اور سن کر اور تجربہ کر کے بذریعہ حسن ظن کرنا ایمان ہے۔ پس یہ تین درجہ ہیں۔ یرفع اللہ الذین امنوا منکم والذین اتوا العلم درجات۔ ان کو چھوڑ کر اور جاہل لوگ ہیں جو ان کی اصلیت سے انکار کرتے ہیں اور اس کلام سے تعجب کرتے ہیں اور اس کو سن کر مسخرہ پن کرتے ہیں۔ اور کہتے ہیں کہ تعجب کی بات ہے کہ یہ لوگ کس طرح سیدھے راہ پر ہیں اور ان کی نسبت خدا تعالیٰ نے فرمایا ہے۔ ومنہم من یستمع الیک حتی اذا خرجوا من عندک قالوا للذین اتوا العلم ماذا قال انفسا اولئک الذین طبع اللہ علی قلوبہم واتبعوا اھواءہم فاصمہم واعمی ابصارہم۔ طریق صوفیہ پر چلنے سے مجھ پر جن امور کا یقینی طور پر انکشاف ہوا ازاں جملہ حقیقت نبوت اور اس کی خاصیت ہے۔ اور چونکہ اس زمانہ میں اس کی سخت ضرورت ہے لہذا اس کی اصلیت سے آگاہ کرنا ضروری ہے۔

☆ لا تضیع عمرک فی التفرق بین التخصصات والوظائف والمہین فان معنی هذا انک لم تنعم فی نسی۔☆

حواشی

۱۔ یہ واقعی امور ہیں اور وہ واردات ہیں جو قلب سالک پر گزرتے ہیں۔ گو کہ نا بلدان کو چہ معرفت اس پر نہی کیا کریں۔ مگر دراصل وہ نہی ان بزرگوں پر نہیں۔ بلکہ خود اپنے تباہ کار نفسوں اور گمراہ عقلوں پر ہنسا ہے۔ مایستہ زون الابانفسہم۔ چونکہ یہ زمانہ علوم حکمیہ شہودیہ کا ہے اور مشاہدہ و تجربہ ہر ایک قسم کی تحقیقات کی بناء قرار پایا ہے اس لئے منکرین قبل اس کے کہ وہ ان عجائبات قلبی کو جن کا امام صاحب نے ذکر فرمایا ہے انکار کریں ریاضت و مجاہدہ کے ذریعہ سے حسب ہدایت امام صاحب خود تجربہ کرنا اور ان امور کی تصدیق کرنا ضروری ہے نہ کہ جاہلوں کی طرح ہنس دینا۔ (مترجم)

(ماخوذ از مجموعہ رسائل امام غزالی جلد سوم)

علمی و تحقیقی مجلہ

ماہنامہ فقہ اسلامی کراچی

موضوع و مار، مصنف و مار، شمارہ و مار

اشاریہ

[اپریل ۲۰۰۰ء تا دسمبر ۲۰۱۳ء]

مرتب: محمد شاہد حنیف

اسلامک فقہ اکیڈمی، کراچی